مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مکالمہ

جدید واقعات، اسباب، نظریات واہداف، شرعی حیثیت

تحریر: ڈاکٹر احمد بن عبدالرحمٰن القاضی

ترجمہ محمد طیب خان، فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش نظر مضمون ایک عربی مجلہ "البیـــان" عدد نمبر ۱۸۴ کے ایک مقالے "الحـــوار الاسلامی النصرانی او الحوار بین مسلمین و نصاریٰ" کا اُردو ترجمہ ہے۔ چونکہ بدلتے ہوئے عالمی حالات کے تناظر میں اسلام اور مسلمانوں کے ازلی وابدی دشمن عیسائی اور یہودی جہاں ایک طرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پوری دنیا میں نفرت پھیلانے میں مصروفِ عمل ہیں وہاں دوسری طرف وہ مسلمانوں کے ساتھ مکالمہ کے ذریعے بظاہر محبت، دکھاوے کا بھائی چارہ اور وقتی ہم آہنگی کی فضاء پیدا کر کے مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی محبت اور روحِ محمدی نکالنے میں مصروف ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر احمد بن عبدالرحمٰن نے ضروری سمجھا کہ قارئین کو ایسی معلومات فراہم کی جائیں جن کے ذریعے مسلم دشمن عناصر کی معاصر تصویر واضح ہو سکے اور مسلمان اپنے مدمقابل کے عزائم سے آگاہ ہو جائیں۔ اسی مقصد کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لئے اس مضمون کا ترجمہ بلا تبصرہ پیش خدمت ہے تاہم بعض غیر مفید باتوں کو ترک کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب فرما دے اس لئے جہاں ایک طرف آپ ﷺ کو دنیا کی تمام اقوام کو عمومی طور پر بلانے کا حکم فرمایا وہاں اہل کتاب کو خصوصی دعوت دینے کا حکم بھی فرمایا:

قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَکَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

تم فرماؤ! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اُمّی غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔

اور فرمایا:

قُلْ يَااَهْلَ الْكِتَابِ تعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (سورۃ آل عمران: ٦٤)

تم فرماؤ! اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنا لے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار، اہل کتاب اور مشرکین کی کوشش کی طرف ذرہ بھر مائل ہونے سے خبردار فرمایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے استقلال میں اس دین کے معاملے میں خلل واقع نہ ہو جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ایک ارشاد میں عموم پایا جاتا ہے اور دوسری جگہ خصوص یعنی ایک جگہ تمام کافروں کے ساتھ معاملات کے حوالے سے تعلیم ہے اور دوسری جگہ خاص کفار کے سلسلے میں ہدایت عطا کی گئی۔ تمام کفار کے ساتھ معاملات کے بارے میں ابتدائے اسلام میں جو عمومی حکم ہے اس کی مثال ''سورۃ الکافرون'' ہے جس میں ارشاد فرمایا:

قُلْ يٰاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ○ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ○ وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ○ (سورۃ الکافرون)

(اے حبیب) آپ فرما دیجئے! اے کافرو! میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرتے ہو اس کی جس کی میں عبادت

کرتا ہوں اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم نے عبادت
کی اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں
تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

کفار میں سے جنہیں خاص طور پر مخاطب کیا گیا اس کی مثال اہل کتاب یہود ونصاریٰ ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الۡکِتَابَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡکِتَابِ وَمُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ هُمۡ عَمَّا جَاءَکَ مِنَ الۡحَقِّ ط

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ وگواہ، تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے اور سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر۔

یہ سلسلۂ کلام ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے:

"وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنُوۡکَ عَنۡ بَعۡضِ مَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَیۡکَ" (سورۃ المائدۃ: ۴۸۔۴۹)

"یعنی آپ ان سے بچتے رہیں کہ کہیں برگشتہ نہ کردیں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف۔"

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم کو بجالاتے ہوئے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی اور دوسرے نمبر پر تمام جہاں والوں کو دین اسلام کی طرف بلایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر، نجاشی (اس سے مراد وہ نجاشی نہیں کہ جس کی نماز جنازہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی) اور ہر جابر حاکم کو اللہ کی طرف بذریعہ خطوط بلایا(۱) اور ہرقل کی طرف لکھے جانے والے خط کا متن یہ تھا: "اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا۔" "محمد بن عبداللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے رومیوں کے معظم ہرقل کی طرف، سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، اس کے بعد، تو اسلام قبول کر محفوظ و مامون ہو جائے گا اللہ تعالیٰ تجھے دو اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے انحراف کیا تو اریسین (ہرقل کی

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

رعایا) کا گناہ بھی تجھی پر ہوگا اور اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں۔ اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنالے، پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو: تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔(۲)

اسی صراط مستقیم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین قائم رہے کہ وہ قلعوں سے پہلے دلوں کو فتح کرتے رہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں جوق در جوق داخل کرتے رہے۔ اور پھر انہی کے نقش قدم پر کئی صدیوں تک سلف صالحین بھی چلتے رہے جو یا تو فقط دلیل و وضاحت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے قائل تھے اور یا پھر تلوار اور نیزے کے ساتھ "تا کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔" (سورۃ الانفال: ۳۹) اور وہ دوسرے ادیان کے متبعین کے ساتھ ہم آہنگی، میل جول بڑھانے اور قربتیں پیدا کرنے کے جدید حربوں سے قطعی ناواقف تھے۔

لیکن جب وقت نے پلٹا کھایا اور کچھ لوگوں کے ایمان کی بنیادیں لڑکھڑانے لگیں اور آخری صدیوں میں اہل اسلام کی حالت خساست اور کمزور ہوگئی تو اُن کے دشمن نے لالچی نگاہوں سے اُن کا تعاقب کیا اور اُن میں سے کمزور ایمان والے مسلمانوں کو ایسے مختلف قسم کے فتنوں اور بہکاووں کی طرف دھکیل دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کو متنبہ فرمایا تھا۔ اُن مسلمانوں نے ان فتنوں کو گلے لگایا اور فتنوں نے مسلمانوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا پس مسلمانوں کا معاملہ تنزلی اور کمزوری کی طرف بڑھتا رہا، نہ تو وہ اپنے رب تعالیٰ کو راضی کر سکے اور نہ ہی اپنے مخالفین سے اپنی تمناؤں کا کچھ حصہ حاصل کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ ان فتنوں میں سے "اسلام اور مسیحیت کی ہم آہنگی" نامی فتنہ تیس سال تک اسی نام سے جاری رکھا گیا پھر اسے مزید پرکشش اور جاذب بنانے کیلئے اس کا نام "مکالمہ بین الاسلام والمسیحیت" رکھا گیا پھر اوسلو معاہدہ کے بعد یہودیوں کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی غرض سے اس میں مزید وسعت پیدا کی گئی تو اس فتنے کا نام "مکالمۂ ادیان" ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد "ادیانِ ابراہیمی کے درمیان مکالمہ" بن گیا۔ پھر عالمگیریت Globalization کی طرف دعوت کے سائے میں اسے اور وسعت ملتی رہی تو یہ حوار الحضارات (تہذیبوں کا مکالم) بن گیا اور اب اس میں ہندو، بدھ مت اور باقی تمام بت پرست مذاہب جو جھوٹے قول اور عمل باطل والے ہیں شامل ہیں۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے عالم اسلام کی مدمقابل مغربی نصرانیت تھی اور یہ اب بھی ہے اور قیامت قائم ہونے تک ایسا رہے گا، جیسا کہ مستورد قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان اپنے کانوں سے سنا: "تقوم الساعة والروم اکثر الناس" (۳) "کہ قیامت قائم ہوگی اور رومی تعداد میں سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔" کتب احادیث صحاح، سنن اور مسانید میں موجود فتن اور ملاحم سے متعلقہ کثیر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رومی عیسائی مستقبل میں مسلم دشمن ہوں گے جیسے وہ ماضی میں رہے ہیں۔ آج باوجود اس کے کہ عسکری آلات، اقتصادی قوت اور میڈیا کی یلغار ان کے پاس ہے پھر بھی اگر ان کے دینی وسیاسی مراکز سے باہمی قرب اور مکالمہ کی دعوت آتی ہے تو آخر اس میں کیا راز ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم نصرانیت و اسلام کے درمیان مکالمہ کے منظر کی ظہور پذیری کے تازہ ترین خصائص کا باریکی سے جائزہ لیں تاکہ ہم بعض غلط کاوشوں پر اسلامی خصوصیت کو قصوروار نہ ٹھہرائیں بلکہ ان غلطیوں کو مسلمانوں کے ان افراد یا تنظیموں کی طرف منسوب کریں جو بعض اوقات حسن ظن اور جہالت کی وجہ سے اور بسا اوقات جان بوجھ کر سستی اور تجاہل سے ان غلطیوں میں جا پڑے ہیں۔

تازہ ترین صورتحال اور اس کی تاریخ پر ایک نظر:

۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء میں شیخ محمد عبدہ، انگریز پادری "اسحاق ٹیلر" قاضی بیروت "جمال رامز بک" اور ایرانیوں کے ایک گروہ نے بیروت میں ادیان کے درمیان بتدریج قرب پیدا کرنے کے لئے ایک خفیہ انجمن کی بنیاد رکھی۔

۱۹۳۵ء میں بروکسل میں انٹرنیشنل تاریخ ادیان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شرکت کیلئے شیخ الازہر محمد مصطفیٰ مراغی نے دو پروفیسروں مصطفیٰ عبدالرزاق اور امین خولی پر مشتمل ایک وفد بھیجا۔

۱۹۳۶ء میں انٹرنیشنل ادیان کانفرنس کا انعقاد لندن میں ہوا جس میں اپنا لیکچر پیش کرنے کے لئے شیخ مراغی نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو اپنے نائب کی حیثیت سے نمائندہ بنا کر بھیجا۔

۱۹۳۷ء میں انٹرنیشنل ادیان کانفرنس سربون یونیورسٹی میں منعقد ہوئی جس میں شیخ مراغی نے شیخ عبداللہ دراز کو اپنا نائب بنا کر بھیجا۔

۱۹۴۱ء میں فرانس کے کیتھولک مستشرق "لوئیس ماسینیون" اور مصری کیتھولک قادر جارج قنوتی نے "جمعية الاخاء الديني" (انجمن برائے دینی بھائی چارہ) کی بنیاد رکھی جس کے اراکین میں بعض علماء ازہر کو بھی شامل کیا گیا۔

۱۹۴۸ء (جو کہ اسرائیلی ریاست کے قیام کے اعلان کا سال تھا) میں ایک امریکی یہودی "میر برگر" نے مشرقِ وسطیٰ کے لئے امریکی دوستوں کی انجمن بنائی جس میں نائب صدر کے عہدے کے لئے شیخ محمد بہجۃ البیطار رحمہ اللہ تعالیٰ کو منتخب کیا گیا جن پر بعد میں یہ واضح ہوا کہ اس تنظیم کے ارادے کچھ اور ہیں:

مذکورہ انجمن کی سرگرمیاں:

۱۹۵۴ء میں "اسلام اور مسیحیت کی روحانی بنیادیں" کے حوالے سے کانفرنس کا انعقاد لبنان کے شہر حمدون میں ہوا پھر "اسلام، مسیحیت کے باہمی تعاون کے لئے ایک ایکشن کمیٹی" کے نام سے ۱۹۵۵ء میں اسکندریہ میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ پھر "کمیٹی برائے اسلام اور مسیحیت کے تعاون کی بقاء" کا اجلاس ۱۹۵۶ء کو حمدون میں ہوا۔ لیکن امریکی و یہودی اغراض پر مبنی یہ شعلہ بار تنظیم شکوک و شبہات کے طوفان کے سامنے بجھ گئی۔

۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۵ء میں کیتھولک چرچ کے بشپوں کی دوسری واٹیکن کونسل واٹیکن شہر میں منعقد ہوئی۔ جس کا مقصد نصاریٰ سے ان کے عقیدے (لاخلاص خارج الكنيسة یعنی کنیسہ سے باہر کسی انسان کے لئے کوئی نجات نہیں) کو دور کرنا اور نجات کے مفہوم کو وسعت دینا تھا تاکہ مسلمانوں کو بھی شامل کیا جا سکے، اُن کی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے، انہیں اپنے ماضی کو بھلانے کی ترغیب دی جائے اور انہیں باہمی تعاون اور مکالمہ کے ذریعے افہام وتفہیم کے لئے سچے اجتہاد کے کام پر اُبھارا جا سکے۔ جیسا کہ اجلاس کی دستاویزات اور اعلانات سے واضح ہے۔ یہ مخالفین پر مکالمہ کے دروازے کھولنے کا اعلان اور وسیع بنیادوں پر سفارتی تعلقات قائم کرنے، ملاقاتوں کے تبادلے اور کانفرنسوں واجلاسوں کے ذریعے باہم قرب پیدا کرنے والی سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز تھا۔

۱۹۶۴ء میں پوپ پولوس ششم (Paul VI) نے "غیر مسیحیوں کے ساتھ تعلقات" کیلئے ایک سیکرٹریٹ کی بنیاد رکھی جو ۱۹۸۹ء میں ترقی کر کے "پوپ کا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ برائے مکالمہ بین الادیان" بنا۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

۱۹۶۹ء میں جنیف کے قریب کرتیہ کی کانفرنس کے بعد کیتھولک چرچ کی پیروی میں ورلڈ کونسل آف چرچز (World Council of Churches) منعقد ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کے ساتھ مختلف بنیادوں پر مکالمہ کی دعوت دی گئی۔

۱۹۷۱ء میں ورلڈ کونسل آف چرچز نے مختلف نظریات، وزندہ اعتقادات کے پیروکاروں کے ساتھ مکالمہ کیلئے ایک اضافی یونٹ (Sub Unit) کی بنیاد رکھی۔ پھر ایشیا، افریقا اور عالم عربی میں ستر کی دہائی میں متعدد کانفرنسوں کا انعقاد کیا گیا۔

۱۹۶۸ء میں فلپائن کے مسلم علاقوں میں مختلف کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس نے ستر کی نصف دہائی تک علمی پہلوؤں پر دھیان رکھا اور بعد میں فلپائنی حکومت نے اسے اپنی نگرانی میں لے لیا۔

۱۹۶۹ء میں مفتی لبنان شیخ حسن خالد نے اسلام اور عیسائیت کے درمیان یکے بعد دیگرے کئی مقامی کانفرنسوں کا انعقاد شروع کیا لیکن ۱۹۸۵ء میں لبنان کی داخلی لڑائی نے ان کانفرنسوں کو موقوف کر دیا۔

۱۹۷۰ء میں کیتھولک سیکریٹریٹ اور قاہرہ میں اسلامی امور کی مجلس اعلیٰ (High Council of Islamic Affairs) اور غیر عیسائیوں کے ساتھ تعلقات کا نگران واٹیکن سیکریٹریٹ کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۹۷۱ء میں انڈونیشیا کی وزارت مذہبی امور نے انڈونیشی جزائر کے مختلف علاقوں میں مسلسل کئی کانفرنسوں کے انعقاد کا کام شروع کیا۔ چنانچہ چھ سال کے مختصر عرصے میں ۲۳ر مقامی کانفرنسیں منعقد کی گئیں نیز وحدتِ ادیان کی فکر اس قدر مروج ہوئی کہ نیشنل گارڈن میں تسلیم شدہ تمام ادیان کی دینی عبادت خانوں کے لئے مجلس کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۷۴ء میں ہندوستان میں ہندی کیتھولک پادریوں کی کونسل، نصرانی بنانے والے اداروں اور بعض مسلمان افراد کی وساطت سے مسلمانوں اور نصرانیوں کے مابین ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو نوے کے عشرہ تک جاری رہا۔

۱۹۷۳ء میں ہسپانیہ میں تنظیم برائے فروغِ اسلام، مسیحیت دوستی نے قرطبہ میں کانفرنسوں کا انعقاد شروع کیا حتیٰ کہ ۱۹۸۶ء میں اسی جمعیت نے جامع اُموی کی تاسیس کے بارہ سو سال گزرنے پر تقریبات کا اہتمام کیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

۱۹۷۴ء مغربی اور یورپی لوگوں سے بنی ایک جماعت صوفیہ قائم ہوئی جس کا نام کمیٹی برائے الأبحاث الاسلامية المسيحية (اسلامی، مسیحی تحقیقات کمیٹی) رکھا گیا اور اس کو فرانس میں موجود کنسیہ سینکا کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس جماعت نے یورپ و مغرب کے مختلف دارالحکومتوں میں متعدد روحانی ملاقاتوں کا اہتمام کیا۔

۱۹۷۴ء مملکت عربیہ سعودیہ کے نو علماء پر مشتمل ایک وفد تشکیل پایا جس کے سربراہ وزیر انصاف شیخ محمد بن علی حرکان تھے۔ اس کا مقصد واٹیکن کا دورہ، پولوس ششم کے ساتھ ملاقات اور اسلام میں انسانی حقوق کے حوالے سے کانفرنس منعقد کرنا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلی کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی اور بعد میں تین کانفرنسیں بالترتیب جنیف، پیرس اور سترا سبورج میں منعقد ہوئیں جن کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۹۷۶ء لیبیا کے شہر طرابلس میں حکومت لیبیا اور واٹیکن کے انتظام سے ایک بڑا اجتماع ہوا اور مختلف اطراف سے کئی بڑی شخصیات کی حاضری اور نمائندگی سے اسلام و مسیحیت کے درمیان مکالمہ کی مجلس منعقد ہوئی جس میں شیخ معمر قذافی نے فوراً اس مجلس کے نصرانی شرکاء کو نبوتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتراف، اپنی کتب میں تحریف کے اقرار اور اسرائیل سے دشمنی کو لازم قرار دیا، جس کی وجہ سے اختتامی وحتمی بیان اور کیتھولک کنیسہ کے ساتھ مکالمہ جاری رکھنے کے نظام میں مشکل پیدا ہوگئی۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں مغربی یورپ میں صوفیانہ رنگ اور چرچ کی نگرانی میں مکالمہ بین الاسلام والنصرانیۃ کی غرض سے کانفرنسوں کی سرگرمیاں شروع ہوئیں اور اسی کی دہائی میں اسلامی ممالک سے یورپ کی طرف ہجرت کی زیادتی سے ان کانفرنسوں نے اجتماعی شکل اختیار کر لی اور ان کی قیادت سماجی و تعلیمی اداروں نے کی۔ نوے کی دہائی میں اسلامی وجود کے یورپ میں بڑھنے اور منظم ہونے کے باوجود مغربی حکومتوں نے مکالمہ کو آگے بڑھانے اور اس کے مزید راستے نکالنے میں بڑی دلچسپی لی اور یہی حال شمالی امریکہ کا تھا۔

۱۹۷۹ء مصری صدر انور سادات مرحوم نے یہودیوں کے ساتھ کیمپ ڈیوڈ معاہدوں کے بعد صحرا سینا میں وادی راحت کے مقام پر تمام ادیان کی مجلس بنانے کی کوشش کی، جو مسجد و چرچ اور ہیکل کو ایک ساتھ ملا کر اور قرآن، توراۃ اور انجیل کو ایک ہی جلد میں شائع کرتی۔

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

۱۹۸۶ء پوپ یوحنا پولوس ثانی نے اٹلی کے شہر اسیسی ''Assissi'' میں مختلف ادیان کے پیروکاروں کو مشترکہ نماز پڑھنے کی دعوت دی اور ان کی اجتماعی دعا میں خود پوپ نے قیادت کی، اسی موقع کی کوشش کو جاری رکھنے کی ذمہ داری نصرانی بنانے والی اٹلی کی ایک تنظیم ''سینٹ ایجید یو'' نے لی اور آج تک وہ اسی طرح جاری ہے۔

۱۹۸۷ء فرانسیسی نام نہاد اسلامی مفکر ''روجیہ جارودی'' نے قرطبہ میں ادیانا براہیمی کے ملاپ کی دعوت دی اور اس نے اپنے ادارے وعجائب خانے کا مرکز قلعہ حرۃ کو بنایا۔

صحت تعدد ادیان کی خصوصی تنظیموں نے بہت سے عربی ممالک جن میں لبنان، اُردن، فلسطین، تیونسل اور سوڈان شامل ہیں میں اسلام ونصرانیت کے درمیان مکالمہ کے لئے مراکز قائم کئے ان تنظیموں کو عرب کے عیسائیوں کے ایک سرکردہ گروہ نے قائم کیا اور ان تنظیموں کی مثالوں سے مغربی ممالک کے ساتھ تعلقات کے پل باندھے گئے ہیں اور ہم آہنگی کی ثقافت کو پھیلانے کے لئے تقریبات، کانفرنسوں کا انعقاد اور مطبوعات کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا گیا۔

ایک طاقت ور تحریک، جو تیزی سے پھیل رہی ہے، جس کی سرگرمیاں کئی قسم کی ہیں، جس کی کانفرنسیں چار دہائیوں میں تین سو سے بڑھ گئی ہیں یہ اس کے طوفان کا لکا سا نمونہ تھا۔ ان کا اہتمام کرنے والی تنظیموں کی تعداد سو سے زائد ہے جو روئے زمین کے چاروں کونوں پر اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں۔

اسبابِ مکالمہ:

مسلمانوں کے ساتھ نصرانیوں کی دعوت برائے مکالمہ کے پس پردہ بہت سے اسباب ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

سب سے پہلا مقصد اللہ کے راستے سے روکنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يَآاَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۹۹)

اے اہل کتاب! تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان والوں کو ان کی راہ کو بھی ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے کسی کام سے بے خبر نہیں۔

اور فرمایا:

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ ()

اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ تم صبح کو ایمان لاؤ اس چیز پر جو مسلمانوں پر نازل ہوئی اور شام کو اس کے منکر ہو جاؤ شاید وہ پھر جائیں۔

جب سے جدید دور میں مغربی دنیا کو پہلے سے بہتر انداز میں کلمۂ حق سننے کی اجازت ملی اس وقت سے مغربی عیسائیت اپنی قوم کے اسلام میں داخل ہونے اور اس کو لازم پکڑنے کی وجہ سے بے حد خوفزدہ ہے کیونکہ ماضی میں عیسائی رہنما اپنی رعایا کی اسلام، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، کتاب اللہ اور اسلامی تاریخ سے متنفر کرنے والی غلط معلومات سے پرورش کرتے تھے لیکن جب لوگوں کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کے دروازے کھل گئے تو اسلام کے نور نے ان اہل مغرب کو اپنی طرف جذب کر لیا جو چرچ کے قبضہ سے آزاد ہوئے اور آزادانہ منطقی سوچ کو ترجیح دی تھی تو اہل کنیسہ کے بڑوں نے سمجھ لیا کہ اسلام کے ساتھ مقابلہ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ عقیدۂ اسلامیہ اور احکام شریعت کی متانت و پختگی کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ اس چیلنج سے تو اسلام کو مزید پیروکار اور مددگار مل جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی سوچ اپنے ہم وطنوں کے سامنے دشمنی، نا اتفاقی اور قطع تعلقی کو چھوڑ کر ظاہراً محبت و اُلفت، اتفاق، ہم آہنگی اور مکالمہ بازی کی طرف مائل ہوئی۔ انہی حربوں اور چالوں سے وہ اپنی قوم کی متلاشی حق کی روح اور اس کی آتش تجسس کو بجھانے لگے اور ان کے دلوں میں یہ بات پختہ کرنے لگے ہیں کہ ادیان کے مابین فرق محض صورۃً ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام ادیان اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ ہیں اس لئے تبدیلیٔ مذہب کے اہتمام کے لئے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس پوشیدہ سبب کا راز اس وقت فاش ہوگیا جب ایک پادری ''آریاراجا'' نے کہا: ''آج عیسائیت کو اس حقیقت کا سامنا ہے جو جدت کی علامت ہے جبکہ ماضی میں تو دوسرے ادیان سے تعلقات خود کنیسہ کو مالا مال کرنے اور اس کے ایمان کو بڑھانے میں مدد کیا کرتے تھے لیکن آج حالات یکسر بدل چکے ہیں اور ضروری ہے کہ ہم تاریخ انسانی کے اس دور کے خصائص کی طرف اشارہ کرتے چلیں۔

۱۔ دوسرے ادیان استعمار کے شکنجے سے آزاد ہو چکے ہیں اور آج وہ خود عیسائیت کے بدلے ایک جامع دین کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور ان ادیان میں ماضی قریب کے چند سالوں کے دوران ایسی چیزیں ظاہر ہوئی ہیں جو ایسی بیداری سے مشابہ ہیں جس کی وجہ سے ان ادیان میں نئی زندگی سامنے آئی ہے۔

۲۔ یہ ادیان مسیحی غرب کی حد تک سرایت کر گئے ہیں جس کی وجہ سے تقریباً تمام معاشروں میں کثرتِ ادیان کی حقیقت پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ فرانس میں مسلمانوں کی تعداد عیسائی اصلاح پسندوں سے زائد ہے اور برطانیہ کے مسلمان وہاں کے میتھوڈسٹ عیسائی فرقہ سے زیادہ ہیں۔

۳۔ اور شاید یہ سب سے اہم ہے کہ دوسرے ادیان سے بے نیازی کا اہتمام زیادہ ہے۔ مسلمان ماضی میں اپنے دین کے معاملہ میں مضبوط مقابل گردانے جاتے تھے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کے مفہوم میں زیادہ اہتمام صرف جماعت اور نماز کا ہے دوسرے الفاظ میں نہ تو اعتقادی عداوت ہے اور نہ دوسرے ادیان کی طرف آج کوئی دلچسپی اور توجہ مناسب سمجھی جاتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں اور وہ طریقے جو عیسائیوں نے زمانہ قدیم میں دوسرے ادیان کے ساتھ معاملہ میں اختیار کیے وہ کافی نہیں سمجھے جاتے۔(۴)

دوسرا مقصد نصرانی بنانا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ (سورۃ البقرہ: ۱۳۵)

اور (اہل کتاب) بولے یہودی یا نصرانی ہو جاؤ، راہ پا جاؤ گے۔ آپ فرما دیجئے بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نصرانیت کی تبلیغ جسے وہ ''بشارت'' کہتے ہیں کہ نصرانیت میں ممتاز مقام حاصل رہا ہے اور جب نصاریٰ نے مکالمہ کو اختیار کیا تو یہ ان کی طرف سے اُن کے اس

پرانے عمل سے دست برداری نہیں تھی جیسا کہ پاسبانی دستور بعنوان (موجودہ زمانہ میں چرچ) جو واٹیکن کونسل دوم کی طرف سے شائع ہوا ہے میں یہ بیان کیا گیا ہے: ''چرچ اس بھائی چارے کی علامت ہے جو سچے مکالمہ کو جنم دیتا ہے اور اسے فروغ دینے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ اس کے اس رسالتی کام کے ذریعے سے ہے کہ جس کا ہدف انجیلی خوشخبری کے نور سے روئے زمین کے لوگوں کو منور کرنا ہے۔''(۵)

جب بعض عیسائیوں نے مکالمہ میں عیسائی تبلیغ کے معاملہ میں خیانت دیکھی تو کیتھولک عیسائیوں نے ''مکالمہ اور خوشخبری'' کے نام سے ۱۹۹۱ء میں ایک دستاویز شائع کی جس میں یہ درج تھا: ''بے شک عیسائی دوسری دینی روایات کے پیروکاروں کے ساتھ کھلے دل سے مکالمہ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ بغیر جبر کے دوسرے ادیان والوں کو اپنے اعتقادات پر سوچ و بچار کرنے پر ابھار سکیں۔ اس مقصد (تمام ادیان کا خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا) کو سامنے رکھتے ہوئے مکالمہ بین الادیان خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور اعتقادات میں نظرثانی کے دوران سابق روحانی یا دینی مؤقف سے دستبرداری اور نئے دین کو قبول کرنے کے مظاہر بھی پیش آسکتے ہیں۔''(۶)

جہاں تک ورلڈ کونسل آف چرچز کا تعلق ہے تو اس نے تو ایک کتاب ''مکالمہ کے جواز'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہمارے لئے یہ ممکن ہے کہ ہم مکالمہ کو ان وسائل میں سے ایک وسیلہ شمار کریں کہ جن کے ذریعے یسوع مسیح کے لئے موجودہ زمانہ میں گواہی کی تکمیل ہوسکتی ہے۔(۷)

۱۹۷۸ء میں مسلمانوں کو نصرانی بنانے کی غرض سے پروٹسٹنٹ مبلغین کی ایک کانفرنس میں چالیس مقالات پیش کئے گئے جن میں ایک مقالے کا عنوان ''مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مکالمہ اور اس کا نصرانی بنانے کے ساتھ مضبوط تعلق'' تھا، جس میں ڈینئیل آر برسٹر نے اس مسئلہ پر بحث کی اور کہا کہ ''جب ہم جان چکے کہ مکالمہ کی مختلف صورتوں میں سے کوئی بھی صورت مسلمانوں کو جیتنے کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگی تو یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی سے اسے شروع کرنے کے خطوط کی منصوبہ بندی کریں۔(۸)

۳۔ سیاسی مقصد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ؕ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ○ (سورۃ آل عمران: ۱۱۸۔۱۲۰)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری تباہی میں کمی نہ کریں گے انہیں وہی بات اچھی لگی جس سے تمہیں تکلیف پہنچی، بے شک ظاہر ہوگئی دشمنی اُن کی زبانوں سے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بڑا ہے۔ ہم نے تمہارے لئے نشانیوں کو ظاہر کر دیا اگر تم عقل سے کام لو، سن لو! تم ہو جو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور حال یہ کہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصے سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں فرما دیجئے تم مر جاؤ اپنے غصے میں بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے دل کی باتیں، اگر تمہیں کچھ بھلائی حاصل ہو تو انہیں بُری لگے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچ جائے تو وہ اس سے خوش ہوں اور اگر تم صبر کرو اور پرہیز گار رہو تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، بیشک اللہ ان کے سب کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں اسلام نصرانیت باہمی قرابت کے اقدام کا سب سے بڑا محرک دنیا پر بے دین کمیونزم کا پھیلاتا ہوا طوفان اور چاروں اطراف سے گھیر لینے والی مادی سوچ کے سامنے عیسائی سوچ وفکر کی بے بسی تھی۔ چنانچہ مغربی سرمایہ دار گروہ کی یہ رائے تھی کہ دین دار لوگوں کی مدد کی جائے اور کمیونزم کی مخالفت کو قابو کرنے کے لئے ان کی صفوں میں اتحاد پیدا کیا جائے۔

اس طرح باہمی قرب کی دعوت سامنے آئی اور اس کے ساتھ ساتھ سیاسی مقصد کا الزام بھی وجود میں آ گیا جیسا کہ ۱۹۵۴ء لبنان کے شہر حمدون میں منعقد ہونے والی اسلام، مسیحیت روحانی اقدار کے موضوع پر کانفرنس میں مشرقِ وسطیٰ کے لئے امریکی دوستوں کی انجمن میں تحقیقات و نشریات کے ڈائریکٹر ارک ورلڈمر نے کہا کہ کانفرنس کا مقصد بالکل واضح ہے اور وہ بے دینی کے خلاف جنگ، مسلمانوں وعیسائیوں کے درمیان قرابت قائم کرنا اور ان عناصر کے خلاف قوتوں کو یکجا کرنا ہے جو ان دونوں دینوں (اسلام، عیسائیت) کے عقائد کو چھین لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔(۹)

اور کانفرنس کے ایک رکن نے اس باہمی ظاہری مدد کے پس پردہ اصل سبب کا یوں اظہار کیا:

> ''آج کی آزاد دنیا جو دوسرے کسی بھی دور سے زیادہ آزاد ہے وہ عالمی ترقیوں اور کمیونزم کے خطرہ میں اضافے کے اعداد وشمار کو جانتی ہے اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ، مشرقِ وسطیٰ میں جاری تبدیلیوں اور نئے نئے واقعات کو بڑی بے قراری کی نظر سے دیکھتی ہے اور وہ اسے اپنی ذمہ داری سمجھتی ہیں کہ اپنی استطاعت کے مطابق ہر قدم اٹھائے کیونکہ وہ کمیونزم کی آہنی دیوار سے خارج تمام ممالک کی مالک اور لیڈر ہے۔ جیسا کہ مشرق وسطیٰ میں دھیمے انداز میں پھیلنے والے کمیونزم کے توڑ کے لئے مضبوط اشتراکی رکاوٹ سے خارج ممالک کی قیادت۔''(۱۰)

تعجب کی بات یہ ہے کہ کمیونسٹ گروہ نے اپنے مدمقابل سرمایہ دار گروہ کے سامنے ہتھیار اٹھا لئے تھے جیسا کہ سوویت یونین اور باقی منظم کمیونسٹ ممالک نے ایٹمی ہتھیاروں کے معاملے، ناجائز قبضے اور امریکی سیاسی حربوں کو بے نقاب کرنے کی غرض سے اسلام اور نصرانیت درمیان مکالمہ کے لئے سیاسی کانفرنسوں کی نگرانی کی۔ جن کا خدا باپ ماسکو کا مذہبی سردار و پادری اور تمام روسی آرتھوڈکس عیسائیوں کا وزیر نیمن تھا جبکہ عالم اسلام کی طرف سے مفتی شام شیخ احمد کفتارو شامل تھے۔

اسی طرح مغربی حکومتوں نے نوے کی دہائی میں اسلام اور نصرانیت کے درمیان مکالمے کے مسائل کو اختیار کیا تا کہ مغربی معاشروں میں مسلمان مہاجرین کو ضم کیا جا سکے اور اسلامی ممالک میں نصرانی اقلیتوں کے پھیلاؤ کی مضبوطی کے لئے، اسلامی ممالک پر ان کے پروگراموں کو کنٹرول کرنے اور شریعت کے نفاذ کو روکنے کے لئے مساوی سہولتیں فراہم کرنے پر دباؤ ڈالا جا سکے۔

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

مکالمہ کے مختلف پہلو:

اسلام ونصرانیت کے درمیان مکالمہ کے تین پہلو جاری ہیں۔ اس کیت کا اندازہ مختلف کانفرنسوں اور مجالس سے ہوتا ہے اور اس مکالمہ کے اہم موضوعات اور اختتامی بیانات انہی تین مقاصد کو واضح کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ا۔ ہم آہنگی کا پہلو:

یہ سب سے بڑا پہلو ہے جو واٹیکن کونسل دوم کی قراردادوں سے ماخوذ ہے اور یہ اکثر بین الاقوامی علاقائی اور مقامی کوشش کی نمائندگی کرتا ہے جس پر شرکاء اتفاق کرتے ہیں۔ اسی پہلو کی واضح علامات یہ ہیں:

۱۔ دوسرے مذہب پر بھی ایمان واعتقاد رکھنا اور اس امر کو جائز قرار دینا اگرچہ دوسرے مذہب کا اعتقاد وایمان اس ایمانِ کامل کے درجے تک نہیں پہنچتا جس کا وہ پہلے سے اعتقاد رکھتا ہو۔

۲۔ دوسروں کی اقدار کا اعتراف کرنا، ان کے عقائد وشعائر کی عزت کرنا اور ان کو غلط گمراہ یا کافر قرار نہ دینا۔

۳۔ مکالمہ کو مستقل جاری رکھنے کی غرض سے دوری پیدا کرنے والے مسائل وعقائد پر بحث سے احتراز کرنا۔

۴۔ فریق ثانی کی پہچان کی طرف دعوت اس طرح دینا جیسے وہ معروف ہونا چاہئے اور سابقہ احکام کو رفع دفع کرنا۔

۵۔ من گھڑت حقائق کی اشاعت اور مکمل موافقت کو ترک کرنا اور ہر فریق کے خصائص کی حفاظت کرنا۔

۶۔ دوسرے کو اپنے مذہب کی دعوت اور اس کو اپنی طرف رغبت دلانے سے پرہیز کرنا اور اس کے برعکس کو آدابِ مکالمہ سے خیانت کے مترادف سمجھنا۔

۷۔ باہمی مشابہت وموافق کے پہلوؤں کو واضح کرنا اور دوریوں اور افتراق کے اسباب کو ختم کرنا۔

۸۔ ماضی کی تاریخ کو پس پشت ڈالنے، اپنی غلطیوں پر معذرت کرنے اور ماضی کے آثار وحالات سے چھٹکارے کی دعوت دینا۔

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

۹۔ مشترکہ اقدار کو پختہ کرنے پر تعاون کرنا۔

۱۰۔ مختلف دینی تہواروں پر تحائف مبارکبادیوں، ملاقاتوں اور اچھے معاملات کا تبادلہ کرنا۔

۲۔ دوسرا پہلو:

اس پہلو کی اکثر خصوصیات وہی ہیں جو ہم آہنگی کی دعوت دینے والوں کے ہاں ذکر کی جا چکی ہیں تاہم اس کی مزید خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ تمام اعتقادات کی صحت پر یقین رکھنا اور عبادت کی تمام صورتوں کو درست جاننا۔

۲۔ مشترکہ تہواروں، رسومات اور عبادات میں باہم شرکت کرنا۔

۳۔ تیسرا پہلو باطل کی اختراع وتزئین:

اس پہلو کا مقصد مختلف ادیان و مذاہب کے ملاپ و امتزاج سے ایک جدید دین کی تشکیل، دوسروں کو اپنے سابقہ نظریات و حالات کو پس پشت ڈالنے کی دعوت اور اس اختراعی اور گھٹیا دین کی پیروی کرنا ہے اور اس نظریے کی نمائندگی زمانہ قدیم میں فرقہ بہائیہ نے کی اور زمانہ جدید میں مونزم کرتا ہے اور اس گروہ کی پیروی کرنے والے پوری دنیا میں تیس لاکھ افراد سے زیاد ہیں اور یہ عالمی مجلس ادیان کے نام سے مکالمہ کے لئے کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔

حوار (مکالمہ) کی شرعی حیثیت:

لفظ حوار (مکالمہ) ایک جدید اصطلاح ہے اس کی کوئی شرعی حقیقت نہیں کہ جس پر اس کو محمول کیا جا سکے بلکہ اس پر کوئی مستقل قانونی دلیل بھی نہیں ہے کہ جو اس کے استعمال کے زاویوں کو واضح کر سکے۔ ڈاکٹر عبدالعزیز تویجری کہتے ہیں: جدید ثقافتی اور سیاسی سوچ میں حوار (مکالمے) کا مفہوم جدید مفاہیم میں سے ایک ہے اور اس کا استعمال بھی نیا ہے نیز اس مفہوم کے جدید و حادث ہونے پر یہ بات واضح دلالت کرتی ہے کہ بیسویں صدی کے آخری پچاس سالوں میں اقوام متحدہ کے وجود میں آنے کے بعد جتنے بھی عالمی معاہدے ہوئے وہ سب کے سب لفظ حوار کی طرف اشارے تک سے خالی ہیں۔(۱۱) لہٰذا سوائے لغوی معنی کے اور کوئی معنی نہیں ہے۔ لغت میں حوار کا مادہ ''حور'' ہے جس کا معنی ہے ایک شے سے دوسری شے کی طرف لوٹنا اور ''محاورۃ'' کا معنی ''مجاوبۃ'' (جواب

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

دینا) اور ''تحاور'' کا معنی ''تجاوب'' (ایک دوسرے کو جواب دینا) ہے۔(۱۲) امام راغب نے فرمایا: محاورة وحوار کا معنی ''المراودة في الكلام'' (بحث کرنا) ہے اور اسی سے ''تحاور'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا (سورۃ المجادلۃ: ۱) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔(۱۳)

اور شاید مکالمہ میں مصروف لوگوں کا اس لفظ کو اچھا قرار دینے میں یہی راز ہو کہ اس کا نہ تو کوئی پرانا ہدف ہے اور نہ ہی اس میں لازمی طور پر ایسی شے ہے جو اس کی دعوت دینے والوں اور اس میں فوراً داخل ہونے والوں کو تکلیف میں مبتلا کر دے۔ چونکہ اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا اس لئے ایسی وضاحت ضروری ہے جو شک وشبہ کو دور کر دے اور التباس کو زائل کر دے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ شرعی مکالمہ کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ دعوتی مکالمہ:

یہ رسولوں، ان کے خلفاء یعنی علمائے ربانیین اور بھلائی کی دعوت دینے والوں کا عمل رہا ہے اور یہی امت مسلمہ کا پروگرام اور راستہ ہے اور باقی امتوں پر اس امت کی فضیلت کا عنوان ہے اور اس مکالمہ کا مضمون کلمۃ ''سواء'' ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک دلالت کرتا ہے:

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (سورۃ آل عمران: ۶۴)

تم فرماؤ! اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان، یہ کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنا لے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

اس مکالمہ کے اسلوب اور طریقہ پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا عمومی معنی دلالت کرتا ہے:

''اُدْعُ إِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ'' (سورۃ النحل، ۱۲۵)

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔

اس عمومی معنی کی تخصیص اللہ کریم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

"وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِيْ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ٥ (سورۃ العنکبوت: ۴۶)

اور اے مسلمانو! اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر بہتر طریقہ سے مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا اور تم کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو تمہاری طرف اتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کی بارگاہ میں سرنگوں ہیں۔

اس ارشادِ پاک کی عملی صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل کتاب یعنی مدینہ کے یہودیوں، نجران کے عیسائیوں اور مختلف بادشاہوں کو خطوط کے ذریعے دعوت میں پائی جاتی ہے۔ پھر ایسے ہی صحابہ کرام، تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا نجاشی اور اس کے درباری مذہبی سربراہوں سے مکالمہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کے ساتھ معاملہ میں ہدایت و رہنمائی اور اہل کتاب کے ساتھ خطاب میں علمائے راسخین کا کردار۔

شرعی طریقۂ مکالمہ کی واضح خصوصیات:

۱۔ اہل کتاب کو اسلام کی واضح طور پر دعوت دینا اور اسلام سے پھیرنے، کمزور کرنے اور اس کو مؤخر کرنے والے امور سے روگردانی کرنا۔

۲۔ اہل کتاب کے ساتھ فیصلہ کن اعتقادی مسائل میں اچھے طریقہ سے مجادلہ کرنا، اُن کے شبہات کو دور کرنے کے لئے ان کیساتھ دلیل و برہان سے مناظرہ کرنا اور اعلیٰ و مضبوط علمی اسلوب کے ساتھ ان کے دلائل کو توڑنا پھر اگر ضرورت پیش آئے تو مباہلہ بھی کرنا۔

۳۔ ان کو دعوت دینے میں سبقت کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''تعالوا'' (سورۃ آل عمران: ۶۴)

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

اس پر دلالت کرتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ مسلم علاقوں میں ان کی مہمان نوازی کی جائے، ان کے وفود کا استقبال کیا جائے، ان کے لئے لٹریچر تیار کیا جائے اور ان کی دعوت پر ان کے گھروں اور ان کی محافل میں شریک ہوکر ان کو حق پر اُبھارا جائے اور یہ تمام صورتیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے ثابت ہیں۔

۴۔ اچھی باتوں اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعے ان کو مانوس کرنا مثلاً ان کو ان کی شان کے مطابق حقیقی القاب سے پکارنا اور یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرقل کو لکھے جانے والے خط سے ثابت ہے کہ اس میں یہ لکھا: "**الی ھرقل عظیم الروم، سلام علی من اتبع الھدی**" اور اسی طرح ان کو اچھے تعلقات سے مانوس کرنا جیسے ان کے بیماروں کی عیادت کرنا، ان کو عارضی طور پر مسجد میں نماز کی اجازت دینا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان کے وفد کی عزت واحترام کرنا۔

شرعی وسیاسی مکالمہ:

یہ مکالمہ کی وہ صورت ہے جس کو امت مسلمہ کی تحیرکات اختیار کرتی ہیں جس کے ذریعے مشترکہ فوائد اور پڑوس کی وجہ سے انسانیت کے مابین باہم زندگی گزارنے کی طبیعت اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اس قسم کے مکالمے، مشترکہ امور اور معاہدے حکام واصحابِ حل وعقد کو سونپے جاتے ہیں اور شریعت کے عام قوائد اور فوائد ونقصانات کا اندازہ اس کو باضابطہ بناتا ہے۔ ایک ساتھ زندگی گزارنے میں باہم بات چیت کا یہ رنگ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے وقت نظر آتا ہے جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودِ مدینہ سے معاہدے کئے اور قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کا پختہ فیصلہ کیا اسی طرح اہل کتاب چاہے ذمی ہوں یا معاہد، مستامن ہوں یا حربی ان کے ساتھ بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں قرآن وحدیث پر مبنی فقہ اسلامی کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

۳۔ مکالمہ کی بدعتی صورت:

یہ مکالمہ دینی امور میں سستی، فضول خرچی، ہر بات کو تسلیم کرنے، حق کو چھپانے، باطل سے خاموش رہنے، باہم محبت و دوستی رکھنے اور غیر مسلموں سے تعاون کرنے کا مکالمہ ہے اور موجودہ

زمانہ میں بڑے مکالمہ کے اعتراف کرنے والے بہت سے لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے دین میں ایسی گنجائش اور وسعت ہے جو تنگی اور تعصب کے منافی ہے جو اسلام کے مبلغین کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کی سہولیات سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیتی ہے تاکہ وہ پوری دنیا کو انبیاء رسل کی دعوۃ الی توحید رب العالمین کے لئے پیش قدمی کریں:

"هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (سورۃ الصّف:۹)

حواشی

نوٹ: مندرجہ ذیل حواشی اصل مضمون کے مطابق ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث اس کے نقائص دور نہیں کئے جاسکے۔

۱۔ رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۴۔

۲۔ بخاری، رقم الحدیث: ۷، مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۳۔

۳۔ مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۹۸۔

۴۔ الکتاب المقدس ومؤمنو الادیان الاخری، ص ۸۱۔۸۲۔

۸۔ الانجیل والاسلام، المترجم الی العربیہ بعنوان: التنصیر خطة الغزو العالم الاسلامی، ص: ۷۷۷۔

۹۔ هر طقات فریسیة، جورج حنا، ص: ۸۔

۱۰۔ المرجع السابق، ص ۹۔

۱۱۔ الحوار والتفاعل الحضاري من منظور اسلامی، ص ۷۔

۱۲۔ لسان العرب، ۳/۳۸۳۔

۱۳۔ مفردات القرآن، (۱۳۵)

مسودہ دیجئے کتاب لیجئے............ ہزاروں کتب کے طابع وناشر

شفاعت الرسول بھٹی۔ جمیل برادرز ناظم آباد نمبر۲ کراچی فون 0334-3319630